Journal of Religion & Society **(JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems
https://doi.org/10.5281/zenodo.17394814

تفہیمِ قرآنِ کریم میں درپیش معاصر چیلنجز اور ان کا حل: ایک تحقیقی مطالعہ

Contemporary Challenges in Understanding of the Holy Qur'an and Their Solutions: An Analytical Study

Hafiz Amir Shahzad
PhD Scholar-GC University Lahore -Instructor Islamic Studies-Virtual University of Pakistan
hafiz.amirshahzad0300@gmail.com
Muhammad Hammad Saeed
PhD Scholar, Sheikh Zaid Islamic Centre, University of the Punjab Lahore
hammad.res.szic@pu.edu.pk

Abstract

The Qur'an is a timeless source of guidance for all generations; however, the challenges related to its understanding have varied across different eras. In the contemporary age, the rise of scientific and intellectual advancements, the growing influence of atheism and secularism, modern issues in translation and interpretation, the proliferation of digital media and artificial intelligence, and the persistence of sectarianism have further complicated the comprehension of the Qur'anic message. This study offers an analytical exploration of these modern challenges and proposes possible solutions in light of the Islamic intellectual tradition and contemporary thought.The research highlights that scientific progress has necessitated a fresh perspective in understanding the meanings of the Qur'an. However, the tendency to incorrectly impose scientific theories onto the Qur'anic text has, at times, led to interpretive problems. Likewise, under the influence of atheistic and secular ideologies, new questions have emerged in the field of Qur'anic interpretation that require robust scholarly responses. Moreover, modern translation and exegetical methods face challenges due to linguistic, contextual, and cultural disparities, calling for the establishment of standardized research and interpretative criteria at an international level. Additionally, while digital tools and artificial intelligence have introduced new opportunities for understanding the Qur'an, their unreliable or careless use can open pathways to misguidance. Therefore, it is essential to define strong scholarly and ethical guidelines for their use. The findings of this study emphasize the need to promote an ijtihād-based approach, integrate scientific and intellectual developments within the framework of Islamic teachings, and formulate sound exegetical principles on the basis of authentic scholarly research. It is equally important to provide the younger generation with an environment that harmonizes traditional Islamic knowledge with contemporary disciplines, enabling them to grasp the Qur'anic message more effectively and convey it responsibly. This study is a scholarly effort to address the contemporary challenges of Qur'anic understanding. It not only contributes to Islamic research and education but also offers valuable guidance in formulating appropriate principles for understanding the Qur'an in the modern age.

Keywords: *Understanding the Qur'an, Contemporary Challenges, Scientific Discourse, Ijtihād, Modern.*

تعارفِ موضوع:

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آخری الہامی کتاب ہے جو رہتی دنیا تک کے لیے انسانیت کی راہنمائی کا ذریعہ ہے۔اس کی عظمت اور فضیلت کے بارے میں خود قرآن مجید میں متعدد آیات موجود ہیں جن میں سے ایک یہ ہے:

"اور ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی جو ہر چیز کو واضح کرنے والی ہے،اور مسلمانوں کے لیے ہدایت، رحمت اور بشارت ہے"۔[1]

قرآن مجید کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، کیونکہ یہ نہ صرف ایک مقدس کتاب ہے بلکہ زندگی گزارنے کا کامل دستور العمل بھی ہے۔تاہم، قرآن فہمی کے سفر میں ہر دور کے طالب علم کو مختلف قسم کی رکاوٹوں اور چیلنجز کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو بنیادی طور پر دو اقسام پر مشتمل ہیں: داخلی چیلنجز اور خارجی چیلنجز۔ داخلی چیلنجز سے مراد وہ مسائل ہیں جو براہ راست قرآن کے متن، اس کی زبان، اس کے اسلوب بیان اور اس کی تفسیر سے متعلق ہیں جبکہ خارجی چیلنجز وہ ہیں جو زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں، معاشرتی تبدیلیوں اور فکری رجحانات کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں۔داخلی چیلنجز میں سب سے اہم مسئلہ قرآن کریم کے الفاظ و معانی کی صحیح تفہیم ہے۔عربی زبان ایک وسیع اور گہری زبان ہے جس کے باریک nuances کو سمجھنا ایک عام قاری کے لیے مشکل ہو سکتا ہے۔قرآن میں استعمال ہونے والے بعض الفاظ کے حقیقی اور مجازی معنی میں تمیز کرنا، غرائب القرآن (قرآن کے مشکل الفاظ) کی تشریح کرنا، اور الفاظ کے صحیح تلفظ اور اعراب کو سمجھنا ایک مشکل کام ہے۔ مزید برآں، قرآن کریم کی آیات کے سیاق و سباق کو سمجھنے کے لیے اسباب نزول اور شان نزول کا علم نہایت ضروری ہے۔ بغیر اس علم کے کسی آیت کا صحیح مفہوم سمجھنا ممکن نہیں، کیونکہ بعض آیات کا تعلق خاص واقعات یا سوالات سے ہوتا ہے جن کے بغیر آیت کا مکمل تصور واضح نہیں ہو پاتا۔اسی طرح ناسخ و منسوخ کا علم بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ قرآن کی بعض آیات دوسری آیات کے ذریعے منسوخ ہو چکی ہیں منسوخ آیات پر عمل کرنا درست نہیں۔علوم القرآن کے دیگر پہلوؤں جیسے محکم و متشابہ، عام و خاص، مطلق و مقید، اور قرآن کی مختلف قراءتوں سے واقفیت بھی قرآن کی صحیح تفہیم کے لیے ناگزیر ہے۔ان علوم سے ناواقفیت کی وجہ سے قاری غلط فہمیوں کا شکار ہو سکتا ہے اور قرآن کے صحیح پیغام تک نہیں پہنچ پاتا۔ عصر حاضر میں قرآن کی تفہیم کو درپیش خارجی چیلنجز مزید پیچیدہ اور متنوع ہو چکے ہیں۔ سائنسی ترقی اور جدید ایجادات نے جہاں انسانیت کو بے پناہ فوائد پہنچائے ہیں، وہیں قرآن کی تفسیر و تشریح میں بھی نئے سوالات پیدا کر دیے ہیں۔ بعض مفسرین جدید سائنسی نظریات کو قرآن پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو کہ بعض اوقات مفید ثابت ہوتے ہیں، لیکن بعض اوقات یہ کوششیں قرآن کے بنیادی مفہوم سے ہٹ کر محض تاویلات تک محدود ہو جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر، قرآن میں ارض و سماوات کی تخلیق سے متعلق آیات کی تفسیر میں بعض مفسرین جدید کونیاتی نظریات (cosmological theories) کو قرآن پر مسلط کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ قرآن کا بنیادی مقصد سائنسی حقائق بیان کرنا نہیں بلکہ انسان کو خالق سے جوڑنا ہے۔ اسی طرح، الحاد اور سیکولرزم کے بڑھتے ہوئے رجحانات نے بھی قرآن کی تفہیم کو مشکل بنا دیا ہے۔ مادہ پرستی اور لادینیت کے اس دور میں قرآن کے الہامی پیغام کو سمجھانا اور اس پر یقین دلانا ایک بڑا چیلنج بن چکا ہے۔ نوجوان نسل کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے سوالات کا جواب دینے کے لیے مضبوط عقلی اور علمی دلائل کی ضرورت ہے جو قرآن کی روشنی میں پیش کیے جا سکیں۔

جدید دور میں قرآن کے تراجم اور تفاسیر کے مسائل بھی ایک اہم چیلنج ہے۔ مختلف زبانوں میں قرآن کے تراجم ہونے کے باوجود، زبان اور ثقافت کے فرق کی وجہ سے مفہوم کی درست منتقلی مشکل ہو رہی ہے۔ایک زبان کے مخصوص الفاظ دوسری زبان میں اسی طرح منتقل نہیں ہو پاتے، جس کی وجہ سے معنی میں فرق آ جاتا ہے۔ مزید برآں، بعض مترجمین اپنے مخصوص نظریات یا فرقہ وارانہ تعصبات کو ترجمے میں شامل کر

---

[1] النحل :89

دیتے ہیں جو قرآن کے اصل پیغام کو مسخ کر دیتے ہیں۔ یہ مسئلہ خاص طور پر ان زبانوں میں زیادہ ہے جن میں قرآن کے کم تراجم دستیاب ہیں یا جن کے مترجمین علوم اسلامیہ میں مہارت نہیں رکھتے۔ ڈیجیٹل ذرائع نے بھی قرآن کی تفہیم کے لیے نئے چیلنجز اور مواقع دونوں پیدا کیے ہیں۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے ذریعے قرآن کی تفسیر اور تشریح تک رسائی آسان ہوئی ہے، لیکن ساتھ ہی غلط اور غیر مستند معلومات کے پھیلاؤ کا خطرہ بھی بڑھ گیا ہے۔ کوئی بھی شخص بغیر کسی علمی بنیاد کے قرآن کی تفسیر لکھ سکتا ہے اور اسے سوشل میڈیا پر پھیلا سکتا ہے، جس سے عوام الناس میں گمراہی پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ مصنوعی ذہانت (AI) کے ظہور نے بھی قرآن کی تفہیم کے لیے نئے اشکالات پیدا کیے ہیں، لیکن اس کے غیر محتاط استعمال سے تفسیری غلطیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ AI کی بنیاد پر قرآن کے تراجم یا تفاسیر تیار کرتے وقت یہ خطرہ ہوتا ہے کہ مشین قرآن کے سیاق و سباق، تاریخی پس منظر، اور تفسیری اصولوں کو پوری طرح سمجھ نہیں پاتی، جس سے غلط نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

فرقہ واریت اور تعصبات بھی قرآن کی صحیح تفہیم میں ایک بڑی رکاوٹ ہیں۔ مختلف مکاتب فکر اپنے اپنے مخصوص نقطہ نظر کو قرآن پر مسلط کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جس سے امت مسلمہ میں انتشار اور اختلافات پیدا ہوتے ہیں۔ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو تمام انسانوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہے، لیکن فرقہ وارانہ تعصبات کی وجہ سے اس کا پیغام محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔ بعض گروہ اپنے مخصوص نظریات کو قرآن سے ثابت کرنے کے لیے آیات کی ایسی تفسیر کرتے ہیں جو قرآن کے عمومی مزاج اور مقصد کے خلاف ہوتی ہے۔ یہ رویہ نہ صرف قرآن کی صحیح تفہیم میں رکاوٹ ہے بلکہ امت کے اتحاد کے لیے بھی نقصان دہ ہے۔ قرآن کریم کی صحیح تفہیم کے لیے ضروری ہے کہ ہم تمام تعصبات سے بالاتر ہو کر قرآن کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اس کے پیغام کو اس کی اصل روح کے مطابق قبول کریں۔

ان تمام چیلنجز کے پیش نظر، قرآن کریم کی صحیح تفہیم کے لیے کچھ اقدامات ناگزیر ہیں۔ سب سے پہلے، علوم القرآن کی تعلیم کو عام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہر طالب علم قرآن کے بنیادی اصولوں سے واقف ہو سکے۔ مدارس اور یونیورسٹیز کے نصاب میں علوم القرآن کو شامل کیا جانا چاہیے تاکہ طلباء قرآن کی تفسیر کے بنیادی اصولوں سے آگاہ ہو سکیں۔ دوسرا اہم قدم اجتہادی رویے کو فروغ دینا ہے۔ زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے مطابق قرآن و سنت کی روشنی میں نئے مسائل کے حل نکالنا ضروری ہے۔ اس کے لیے ایسے علماء کی ضرورت ہے جو جدید علوم سے بھی واقف ہوں اور قرآن و سنت کے گہرے علم سے بھی آراستہ ہوں۔ سائنسی ترقی کے حوالے سے اعتدال کا رویہ اپنانا چاہیے۔ قرآن کو جدید سائنسی نظریات سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرنا درست ہے، لیکن اس میں غلو سے گریز کرنا چاہیے اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن کا بنیادی مقصد سائنس کی تعلیم دینا نہیں بلکہ انسان کی ہدایت ہے۔ الحاد اور سیکولرزم کے رد میں مضبوط علمی مباحث تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ نوجوان نسل کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے سوالات کا جواب قرآن و سنت کی روشنی میں دینا چاہیے اور انہیں عقلی دلائل سے قائل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ڈیجیٹل پلیٹ فارمز کے لیے مستند مواد کی تیاری بھی ایک اہم ضرورت ہے۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پر قرآن کی صحیح تفسیر اور تشریح کو فروغ دینے کے لیے معیاری مواد تیار کیا جانا چاہیے۔ اس سلسلے میں علماء اور محققین کو اپنے حقوق ادا کرنے چاہئیں اور عوام الناس تک قرآن کا صحیح پیغام پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مصنوعی ذہانت کے استعمال میں احتیاط برتنی چاہیے۔ AI کو قرآن کی تفہیم کے لیے استعمال کرتے وقت اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ یہ اسلامی علوم کے ماہرین کی نگرانی میں ہو اور تفسیری اصولوں کے مطابق ہو۔ فرقہ واریت اور تعصبات سے بالاتر ہو کر قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ تمام مسالک کے علماء کو چاہیے کہ وہ قرآن کے پیغام کو اس کی اصل روح کے مطابق پیش کریں اور اختلافات کو فروغ دینے کے بجائے اتحاد کی راہ پر چلیں۔ قرآن کریم تمام انسانیت کے لیے رحمت ہے اور اس کی تفہیم کا عمل بھی اسی روح کے مطابق ہونا چاہیے۔ آخر میں، یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم کی تفہیم کے تمام چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں ایک جامع اور متوازن نقطہ نظر اپنانا ہوگا۔ داخلی چیلنجز سے نمٹنے کے لیے علوم القرآن کی گہری معرفت ضروری ہے جبکہ خارجی چیلنجز کے لیے جدید تقاضوں کو سمجھتے ہوئے

قرآن کے پیغام کو موثر طریقے سے پیش کرنا ہوگا۔ قرآن کا پیغام عالمگیر ہے اور ہر دور کے لیے قابل اطلاق ہے، لیکن اسے صحیح طور پر سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے ہمیں مسلسل کوشش اور تحقیق کی ضرورت ہے۔ یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر ہم قرآن کریم کی صحیح تفہیم تک پہنچ سکتے ہیں اور اس کے پیغام کو اپنی زندگیوں میں عملی شکل دے سکتے ہیں۔ قرآن کریم ہماری راہنمائی کے لیے ہے، اور اس راہنمائی سے صحیح طور پر مستفید ہونے کے لیے ہمیں اپنی ذمہ داریاں پوری ایمانداری کے ساتھ نبھانی ہوں گی۔

فہم قرآنِ کریم اور داخلی چیلنجز کا مطالعہ

ا۔اسبابِ نزولِ قرآن سے ناآشنائی:

قرآن فہمی کے بنیادی علوم میں "اسباب نزول" کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ لغوی اعتبار سے "اسباب" (واحد: سبب) کے معنی "ذرائع، وسائل یا علل" کے ہیں، جبکہ "نزول" سے مراد "وحی کا نازل ہونا" ہے۔[2] اصطلاح میں "وہ خاص واقعات، حالات یا سوالات جن کے پیش نظر قرآن مجید کی آیات یا سورتیں نازل ہوئیں"۔[3] امام جلال الدین سیوطیؒ (متوفی 911ھ) اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لَا يُمْكِنُ وَضْعُ الْحُكْمِ الشَّرْعِيِّ إِلَّا بَعْدَ مَعْرِفَةِ سَبَبِ النُّزُولِ"

شرعی حکم کو سمجھنا سبب نزول کے بغیر ممکن نہیں[4]

سبب نزول کے جانے بغیر قرآن کریم کی بیشتر آیات کا مفہوم سمجھنے میں قاری غلطی کرتا ہے مثلاً ایک آیت مبارکہ:

فرمانِ باری تعالی:

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ[5]

بغیر سبب نزول جانے، قاری اسے عام ہدایت کا حکم سمجھ سکتا ہے، حالانکہ یہ خاص طور پر رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی تھی جن کی ہدایت کے لیے آپ ﷺ بے چین تھے۔[6] فرمانِ باری تعالی

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا[7]"

یہ آیت بنو اوس و خزرج کے دو خاندانوں کے درمیان تنازعہ کے موقع پر نازل ہوئی تھی۔ بغیر اس سیاق کے، کوئی بھی اسے عام ازدواجی تنازعات پر منطق کر سکتا ہے۔[8] فرمانِ باری تعالی:

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ[9]"

خوارج نے اس آیت کو حکمرانوں کے خلاف بغاوت کے لیے استعمال کیا، حالانکہ اس کا تعلق مکہ کے مشرکین کے سوالات سے تھا۔[10]

---

[2] ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، بیروت، دار صادر، 1414ھ، ج4، ص221۔

[3] سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، مکتبۃ العلم، لاہور، پاکستان، ج1، ص:47

[4] ایضا، ج1، ص92

[5] البقرہ آیت 272

[6] ابن کثیر، حافظ عماد الدین اسماعیل، تفسیر القرآن العظیم، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، 200

[7] النساء آیت:35

[8] ابن تیمیہ، احمد، منہاج السنۃ النبویۃ، ناشر عقیدہ لائبریری، مترجم غلام احمد حریری، 2010، ج1، ص:66

[9] الانعام:57

[10] ابن تیمیہ، احمد، مقدمۃ فی اصول التفسیر، کویت، دار القرآن الکریم، 1391ھ، ص33

علامہ ابن تیمیہؒ (متوفی 728ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِغَيْرِ مَعْرِفَةِ أَسْبَابِ النُّزُولِ فَقَدْ تَعَرَّضَ لِلزَّلَلِ فِي الْفَهْمِ"[11]

(ترجمہ: "جو شخص اسباب نزول کو جانے بغیر قرآن کی تفسیر کرے، وہ فہم میں غلطی کا شکار ہو سکتا ہے")۔

اسباب نزول کا علم قرآن فہمی کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ نہ صرف آیات کے تاریخی سیاق وسباق کو واضح کرتا ہے بلکہ شارع کے اصل مقصد تک رسائی کا ذریعہ بھی ہے۔ امام زرکشیؒ (متوفی 794ھ) اپنی معرکۃ الآراء کتاب "البرہان فی علوم القرآن" میں لکھتے ہیں:

إِنَّ عِلْمَ السَّبَبِ يُوضِحُ الْمُرَادَ، وَيُزِيلُ الْإِشْكَالَ، وَيَرْفَعُ الِاخْتِلَافَ"[12]

(ترجمہ: "علم اسبابِ نزول مراد کو واضح کرتا ہے، اشکالات کو دور کرتا ہے اور اختلافات کو ختم کرتا ہے")۔

معاصر دور میں جہاں قرآن کی تفسیر کے نئے رجحانات سامنے آ رہے ہیں، وہیں اسباب نزول سے غفلت کے نتائج بھی سنگین ہیں۔ جدید تفسیری اسالیب میں اگرچہ لسانی اور عقلی تحلیل کو اہمیت دی جاتی ہے، لیکن تاریخی سیاق وسباق کو نظرانداز کرنا تفسیر کے عمل کو ناقص بنا دیتا ہے۔ خصوصاً جب ہم جدید مسائل پر قرآن کے نقطہ نظر کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں تو اسباب نزول کا علم ہمیں شارع کے اصل مقصد تک پہنچنے میں مدد دیتا ہے۔ امام سیوطیؒ نے "الاتقان فی علوم القرآن" میں 85 اسباب نزول کی مثالیں ذکر کی ہیں۔ اہل علم نے اس موضوع پر خاصا علمی ذخیرہ چھوڑا ہے جیسے امام بخاریؒ کے شیخ علی بن مدینیؒ، واحدی نیساپوریؒ، ابن جوزیؒ، ابن حجرؒ اور سیوطیؒ کے اس سلسلے میں تالیفات ہیں جو خاص شانِ نزول پر لکھی گئی ہیں۔ ان ائمہ کرام سے پہلے مفسرین قرآن نے بھی شانِ نزول پر سیر حاصل نکات لکھے ہیں۔

۲۔ نسخ فی القرآن سے ناآشنائی:

علم ناسخ ومنسوخ قرآن فہمی کے بنیادی علوم میں سے ایک اہم ترین علم ہے جس کے بغیر قرآن کی صحیح تفہیم ممکن نہیں۔ لغوی اعتبار سے "ناسخ" کے معنی ہیں "مٹانے والا، ختم کرنے والا"، جبکہ "منسوخ" کے معنی ہیں "مٹا دیا گیا، ختم کیا گیا"۔[13] اصطلاحی معنی میں ناسخ سے مراد وہ آیات ہیں جو بعد میں نازل ہوئیں اور انہوں نے پہلے نازل شدہ احکام کو منسوخ کر دیا۔ امام سیوطیؒ (متوفی 911ھ) فرماتے ہیں:

"النَّاسِخُ هُوَ الرَّفْعُ لِلْحُكْمِ الشَّرْعِيِّ بِدَلِيلٍ شَرْعِيٍّ مُتَأَخِّرٍ"[14]

(ترجمہ: "ناسخ وہ ہے جو شرعی دلیل کے ذریعے پہلے والے شرعی حکم کو ختم کر دے"):

علم ناسخ ومنسوخ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے خود اس اصول کی وضاحت فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا"[15]

---

[11] زرکشی، بدرالدین، البرہان فی علوم القرآن، بیروت، دارالمعرفۃ، 1957، ج 1، ص 29۔

[12] سیوطی، الاتقان، ج 1، ص 95-180

[13] ابن منظور، محمد بن مکرم. لسان العرب. بیروت، دار صادر، 1414ھ، ج 7، ص 332.

[14] سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ج 3، ص 82.

[15] البقرۃ آیت: 106

امام ابن جریر طبریؒ (متوفی 310ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "نسخ درحقیقت شریعت کی تکمیل کا ایک مرحلہ ہے، جس میں حکمت الٰہی کے تحت ابتدائی احکام کو بعد میں آنے والے بہتر احکام سے بدل دیا جاتا ہے"۔[16] ناسخ و منسوخ کا علم نہ ہونے کی صورت میں قرآن فہمی میں سنگین غلطیاں واقع ہو سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر

1. سورہ البقرہ آیت 180 (وصیت کا حکم) جو بعد میں سورہ النساء آیت 11 (فرائض کے احکام) سے منسوخ ہو گیا۔[17]
2. سورہ الانفال آیت 65 (ایک مسلمان دس کافروں کے مقابلے کا حکم) جو سورہ الانفال آیت 66 (ایک مسلمان دو کافروں کے مقابلے) سے منسوخ ہوا۔[18]
3. سورہ المائدہ آیت 90 (شراب اور جوئے کی ابتدائی ممانعت) جو بعد میں سورہ المائدہ آیت 91 (کامل حرمت) سے منسوخ ہوئی۔[19]،[20]

امام شاطبیؒ (متوفی 790ھ) "الموافقات" میں لکھتے ہیں:

مَنْ لَمْ يَعْرِفِ النَّاسِخَ مِنَ الْمَنْسُوخِ فَقَدْ عَرَّضَ نَفْسَهُ لِلضَّلَالِ فِي الدِّينِ"[21]

(ترجمہ: "جو شخص ناسخ و منسوخ کو نہیں جانتا، وہ اپنے آپ کو دین میں گمراہی کے خطرے میں ڈالتا ہے")

علم ناسخ و منسوخ کی معرفت کے بغیر کوئی بھی عالم یا مفسر قرآن کے احکام کی صحیح ترتیب اور تطبیق نہیں دے سکتا۔ امام ابن حزمؒ (متوفی 456ھ) نے "الإحکام فی اصول الأحکام" میں اس کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "نسخ درحقیقت تدریجی تشریع کا ایک حکیمانہ اصول ہے جو انسان کی تربیت اور تمدنی ارتقاء کے لیے نہایت ضروری تھا"۔[22]

---

[16] طبری، محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، 1412ھ، ج2، ص45.

[17] البقرۃ آیت: 180

[18] الانفال آیات: 65-66

[19] المائدہ آیات: 90

[20] ا۔ سورہ البقرہ، آیت 180 كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا ٱلْوَصِيَّةُ لِلْوَٰلِدَيْنِ وَٱلْأَقْرَبِينَ"... یہ آیت ابتدائے اسلام میں نازل ہوئی جب وراثت کے مخصوص حصے (فرائض) کا تفصیلی حکم ابھی نازل نہیں ہوا تھا۔ اس وقت مسلمانوں کو وصیت کا حکم دیا گیا کہ اگر کوئی شخص مال چھوڑ کر مرے تو اپنے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے لیے وصیت کرے۔ یہ حکم اختیاری نوعیت کا تھا تاکہ کمزوروں اور ضرورت مندوں کا بھی خیال رکھا جا سکے۔
ناسخ آیت: سورۃ النساء، آیت 11: يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ"... اس آیت میں واضح طور پر وراثت کے حصے بیان کر دیے گئے (فرائض)، اس کے بعد وصیت کا عمومی حکم منسوخ کر دیا گیا۔ اب شرعی ورثہ داروں کے لیے وصیت جائز نہیں رہی، البتہ غیر وارثین کے لیے وصیت کا دروازہ کھلا ہے۔ ۲ . سورہ الأنفال، آیت 65 يَا أَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ حَرِّضِ ٱلْمُؤْمِنِينَ عَلَى ٱلْقِتَالِ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَٰبِرُونَ يَغْلِبُواْ مِائَتَيْنِ"... یہ آیت غزوہ بدر کے بعد نازل ہوئی۔ اس وقت مسلمانوں کی روحانی تربیت بلند درجے پر تھی اور ان سے توقع کی گئی کہ بیس صابر مسلمان دو سو کفار پر غالب آ سکتے ہیں۔ یہ ترغیب تھی تاکہ مسلمان جہاد میں استقامت کا مظاہرہ کریں۔ ناسخ آیت: سورہ الأنفال، آیت 66: ٱلْـَٰٔنَ خَفَّفَ ٱللَّهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا"... اس میں تخفیف کی گئی اور ایک مسلمان کو دو کفار کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا گیا، کیونکہ بعد میں بعض مسلمان نو مسلم تھے، اس لیے حکم میں نرمی کر دی گئی۔

[21] شاطبیؒ، ابراہیم بن موسیٰ . الموافقات . تحقیق: عبداللہ دراز. بیروت: دار المعرفۃ، 1395ھ، ج3، ص105.

[22] ابن حزم، علی بن احمد . الإحکام فی اصول الأحکام . تحقیق، احمد شاکر، بیروت، دار الآفاق الجدیدۃ، 1403ھ، ج4، ص78.

۳۔ قدیم عربیت سے ناآشنائی:

قرآنِ کریم کی صحیح تفہیم کے لیے عربی زبان کی دقیق معرفت ناگزیر ہے، کیونکہ یہ ایک ایسی جامع زبان میں نازل ہوا ہے جس کے الفاظ کی وسعت اور معنوی گہرائی دیگر زبانوں سے ممتاز ہے۔ امام راغب اصفہانیؒ اپنی معروف تصنیف "مفردات القرآن" میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

إِنَّ الْقُرْآنَ نَزَلَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ، فَمَنْ أَرَادَ فَهْمَهُ فَلْيَعْرِفْ مَوَاقِعَ اسْتِعْمَالَاتِ الْعَرَبِ[23]

(ترجمہ: "بے شک قرآن واضح عربی زبان میں نازل ہوا ہے، پس جو اسے سمجھنا چاہے اسے عرب کے استعمالات کا علم ہونا چاہیے")۔ اس بات کی عملی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ قرآن مجید کے متعدد مقامات پر اس کے عربی ہونے پر خاص زور دیا گیا ہے، جیسے سورہ یوسف آیت 2 میں ارشاد ہے" :إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ"۔[24] عربی زبان کی یہی وسعت اور جامعیت ہے جس نے اسے قرآن کے معانی کو بیان کرنے کے لیے موزوں ترین بنایا۔ لغت عرب سے ناآشنائی قرآن فہمی میں متعدد دشواریاں پیدا کرتی ہے، خاص طور پر جب الفاظ کے حقیقی اور مجازی معانی میں تمیز نہ ہو سکے۔ امام طبریؒ اپنی شہرہ آفاق تفسیر "جامع البیان" میں اس نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں" :لِكُلِّ لَفْظٍ مَوْضِعٌ يَحْسُنُ فِيْهِ، فَإِذَا وُضِعَ فِي غَيْرِ مَوْضِعِهِ كَانَ ذَلِكَ مِنَ التَّحْرِيْفِ"[25] ہر لفظ کا ایک مناسب مقام ہوتا ہے، اگر اسے اس کے مناسب مقام کے علاوہ جگہ پر استعمال کیا جائے تو وہ تحریف ہو گی")۔ اس کی عملی مثال لفظ "امۃ" میں ملتی ہے جو قرآن مجید میں مختلف مقامات پر مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ کہیں "زمانہ" کے لیے (یوسف:45)، کہیں "رہنما" کے لیے (نحل:120)، اور کہیں "جماعت" کے لیے (بقرہ:213)۔[26] بغیر لغوی مہارت کے ان مختلف استعمالات کو سمجھنا ممکن نہیں۔ عربی زبان کا سیکھنا اور سمجھنا تفسیر قرآن کے لیے نہایت ضروری ہے۔ بد قسمتی سے آج کل بعض لوگ، خاص طور پر برصغیر (پاکستان و ہند) میں، عربی زبان سے ناواقف ہوتے ہوئے بھی خود کو مفسر قرآن سمجھنے لگے ہیں۔ وہ اردو یا انگریزی ترجمے سے کام لیتے ہوئے قرآن کی تفسیر کرنے لگتے ہیں۔ یہ انتہائی غیر ذمہ دارانہ طرزِ عمل ہے۔ جس کتاب کی زبان ہی معلوم نہ ہو، اس کی تفسیر کیسے ممکن ہے؟ ہر شخص کے لیے عربی زبان کا عالم بننا ضروری نہیں، لیکن جو شخص قرآن کی تفسیر لکھنا یا بیان کرنا چاہے، اس کے لیے لازم ہے کہ وہ خلوص نیت سے عربی زبان سیکھنے میں محنت کرے۔

قادیانی مفسر نور الدین کی تفسیر اس کی واضح مثال ہے۔ ان کی تفسیر صرف کم علمی نہیں بلکہ علمی خیانت ہے۔ انہوں نے "فَاضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ"[27] کا ترجمہ کیا: "اپنی جماعت کو پہاڑ پر لے چڑھو۔" ان کا کہنا ہے کہ "ضرب" کا مطلب سفر کرنا ہے اور "عصا" کا مطلب جماعت۔ حالانکہ یہ سراسر زبان دانی سے جہالت کی دلیل ہے۔ عربی زبان میں جب "ضرب" کو سفر کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ ہمیشہ "فی" کا حرف آتا ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے: "إِذا ضَرَبوا فِي الأَرْضِ"[28] یعنی "جب وہ زمین میں سفر کریں۔" مذکورہ آیت میں "فی" کا ذکر نہیں، اس لیے یہاں "ضرب" کو سفر کے معنی میں لینا عربی قواعد کے خلاف ہے۔ اسی طرح "عصا" کا مطلب جماعت بعض احادیث میں آتا ہے، جیسے "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ وَجُلُّهُمْ يَعْرِفُونَهُ، قَالَ: صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ، فَإِنَّهُ قَدْ

---

[23] راغب اصفہانی، الحسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، تحقیق، محمد سید گیلانی، بیروت: دار المعرفۃ، 1392ھ، ص 12.

[24] یوسف: 2

[25] طبری، محمد بن جریر، جامع البیان عن تأویل آی القرآن، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، 1412ھ، ج 1، ص 67.

[26] القرآن الکریم، یوسف: 45؛ النحل: 120؛ البقرۃ: 213.

[27] البقرۃ: 60

[28] النساء: 101

جب کسی ایسے شخص کا انتقال ہوتا جسے سب پہچانتے تھے، تو آپ ﷺ فرماتے" : اپنے ساتھی پر نماز پڑھ لو، کیونکہ اس نے جماعت کو توڑ دیا تھا، جماعت سے نکل گیا تھا، اور میری سنت کے خلاف دعوت دیتا تھا۔ "لیکن قرآن کی اس آیت میں "عصا" کا مطلب "لاٹھی" ہی درست ہے۔ یہ غلط ترجمہ عربی زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا قرآن فہمی کے لیے عربی زبان کی کم از کم بنیادی مہارت حاصل کرنا ناگزیر ہے۔ ترجمہ کی حثیت اگرچہ اصل کی نہیں ہوتی، جب کہ اصل عربی زبان خالص دودھ کی مانند ہے۔ مترجم کے الفاظ میں اس کی ذاتی سوچ، مزاج اور تاثرات شامل ہو جاتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ [29] "شَقَّ الْعَصَا، وَخَرَجَ مِنَ الْجَمَاعَةِ، وَدَعَا إِلَى غَيْرِ سُنَّتِي"

ایک عیسائی معترض نے سوال کیا کہ "الرحمن" اور "الرحیم" دونوں اگر ایک ہی مادے سے ہیں تو دونوں کو الگ الگ کیوں ذکر کیا گیا؟ اس کا جواب عربی صرف و نحو کے اصولوں میں موجود ہے۔ "الرحمن" کا وزن "فعلان" ہے جو شدت و فوران پر دلالت کرتا ہے، جیسے ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر۔ اور "الرحیم" کا وزن "فعیل" ہے جو دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے، یعنی جو ہمیشہ رحم کرنے والا ہو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت فوراً بھی نازل ہوتی ہے اور ہمیشہ رہنے والی بھی ہوتی ہے۔

لغت قرآن پر لکھی گئی قدیم کتب کی اہمیت اس لحاظ سے بھی مسلم ہے کہ انہوں نے الفاظ کے تاریخی استعمالات کو محفوظ کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی "غریب القرآن" سے لے کر امام فراء کی "معانی القرآن" اور امام راغب کی "مفردات القرآن" تک یہ سلسلہ قرآن فہمی میں معاون رہا ہے۔[30] امام سیوطیؒ نے "الاتقان فی علوم القرآن" میں اس کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے" :مَنْ تَأَمَّلَ كُتُبَ الْغَرِيْبِ وَاللُّغَةِ وَقَفَ عَلٰى مَا لَمْ يَكُنْ يَعْرِفُهٗ مِنْ مَعَانِي الْقُرْآنِ[31] "(ترجمہ: "جو شخص غریب القرآن اور لغت کی کتابوں پر غور کرے گا، وہ قرآن کے ان معانی کو پالے گا جو اسے معلوم نہ تھے")۔ موجودہ دور میں جبکہ عربی زبان سے واقفیت کم ہو رہی ہے، لغوی تفاسیر کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے، کیونکہ بغیر اس کے قرآن کے صحیح مفاہیم تک رسائی ممکن نہیں رہتی۔

دوسری طرف یہ تصور بھی موجود ہے کہ کتبِ لغت سے قرآن کے الفاظ کے بنیادی معانی تو معلوم کیے جا سکتے ہیں، لیکن یہ قرآن کے مخصوص مدلول و مفاہیم کی مکمل رہنمائی نہیں کر سکتیں۔ امام طبریؒ اپنی تفسیر "جامع البیان" میں اس نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں" :اللُّغَةُ تُعْطِيْكَ الْحَافَةَ بِالْمَعْنٰى، وَالْوَحْيُ يُعْطِيْكَ حَقِيْقَتَهٗ "(ترجمہ: "لغت آپ کو معنی کا سرا تو دے سکتی ہے، لیکن حقیقی مفہوم وحی ہی بتاتی ہے")۔[32] اس کی عملی مثال سورہ بقرہ کی آیت "وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ[33] میں ملتی ہے جہاں لفظ "فساد" کے لغوی معانی تو لغت سے معلوم کیے جا سکتے ہیں، لیکن یہ قرآن کے نزدیک کون سے اعمال فساد کے زمرے میں آتے ہیں، اس کا تعین صرف وحی اور سنت کی روشنی میں ہی ممکن ہے۔[34] امام راغب اصفہانیؒ اس بات کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "الْقُرْآنُ يُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا، وَالسُّنَّةُ تُفَسِّرُهٗ "(ترجمہ: "قرآن اپنی تفسیر خود کرتا ہے، اور سنت اس کی وضاحت کرتی ہے")۔[35]

---

[29] قشیری، حجاج بن مسلم، صحیح مسلم، کتاب الإمارۃ، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين...، حدیث: 1851

[30] ابن ندیم، محمد بن اسحاق، الفہرست، ص 58-59.

[31] سیوطی، جلال الدین، ج 2، ص 189.

[32] طبری، محمد بن جریر، جامع البیان عن تأویل آی القرآن، ج 1، ص 45.

[33] البقرۃ آیت: 11

[34] سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، ج 2، ص 189.

[35] راغب اصفہانی، الحسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، ص 8.

۳۔ محکمات و متشابہات سے ناواقفیت:

محکمات اور متشابہات فہمِ قرآن کے لئے ایک کلیدی علم ہے۔ مثال کے طور پر جب ایک طالب علم اس آیت پر غور کرے گا کہ الَر كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ "الف لام را۔ یہ وہ کتاب ہے جس کی آیات مستحکم ہیں اور خدائے حکیم و خبیر کی طرف سے بہ تفصیل بیان کر دی گئی ہیں۔'' تو اس کے ذہن میں یہ تصور آئے گا کہ پورا قرآن محکم آیات پر مشتمل ہے۔ لیکن جب وہ اس آیت سے گزرے گا اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا'' اللہ تعالی نے نہایت اچھی باتیں نازل فرمائی ہیں۔ کتاب ہے متشابہ۔'' تو اس کے ذہن میں ایک متضاد تصور آئے گا کہ پورا قرآن متشابہ ہے۔ لیکن جب وہ ایک تیسرے مقام پر پہنچے گا تو وہاں یہ آیت اس کے سامنے آئے گی هُوَ الَّذِيَ أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ" وہی تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی جس کی بعض آیاتیں محکم ہیں۔ وہی اصل کتاب ہے۔ اور بعض متشابہ ہیں'' تو وہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ قرآن کی بعض آیات محکم ہیں اور بعض متشابہ۔

اہل علم نے ان آیات کریمہ کی تفسیر میں متعدد آراء پیش کی ہیں جن میں ایک تفسیر یہ ہے کہ محکم آیات سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی کے احکام محکم اور مستحکم ہیں۔ انسان ایسے احکام اور قوانین بنانے سے عاجز ہے۔ متشابہ آیات سے مراد ہے کہ اللہ کا کلام ایسا ہے کہ مختلف آیات ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہوئی ایک جیسے اعلیٰ و ارفع اسلوب کی حامل ہیں۔ جہاں تک محکم آیات اور بعض متشابہ آیات والی آیت کا تعلق ہے تو اس کی تفسیر میں اہلِ علم فرماتے ہیں کہ محکم آیات وہ ہیں جو اللہ تعالی کی مراد پر واضح دلالت کرنے والی ہیں اور متشابہ اس کے برعکس ہیں۔

۴۔ نظمِ کلام (سیاق و سباق) سے عدم واقفیت:

قرآن مجید کی صحیح تفہیم کے لیے اس کے نظمِ کلام (سیاق و سباق) کو سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ آیاتِ قرآنیہ کو ان کے ماقبل و مابعد کے مضامین کے تناظر میں دیکھے بغیر کوئی رائے قائم کرنا غلط فہمی کا باعث بن سکتا ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ العنکبوت کی آیت ۵۱ میں ارشادِ باری تعالی ہے:

أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ[36]

"کیا ان کے لیے یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے؟ بے شک اس میں ایمان والوں کے لیے رحمت اور نصیحت ہے۔" بعض لوگ اس آیت کو غلط سیاق میں پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ صرف قرآن کافی ہے اور سنت کی ضرورت نہیں، حالانکہ یہاں اصل موضوع معجزات کا ہے، نہ کہ سنت کی حجیت کا۔ اس سے پہلے کی آیت میں مشرکین کا مطالبہ نقل کیا گیا ہے:

وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ ۖ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ[37]

اور انہوں نے کہا: اس پر اس کے رب کی طرف سے (محسوس) نشانیاں کیوں نہیں اتاری جاتیں؟ کہہ دیجیے: نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں، میں تو صرف کھلا ڈرانے والا ہوں۔" یہاں مشرکین رسول اللہ ﷺ سے ظاہری معجزات کا مطالبہ کر رہے تھے، جس کے جواب میں فرمایا گیا کہ قرآن ہی سب سے بڑا معجزہ اور رحمت ہے۔ لہٰذا، سیاق و سباق کو نظر انداز کر کے صرف ایک آیت کو الگ تھلگ کر کے پیش کرنا فہم قرآن میں دشواری کا سبب بنتا ہے۔

[36] العنکبوت آیت: 51

[37] العنکبوت آیت: 50

۵-اخبار آحاد سے انحراف:

اخبار آحاد یعنی وہ احادیث جن کا درجہ تواتر کا نہیں ہے لیکن وہ صحیح روایات ہیں۔ ثقہ راویوں سے وہ روایات ہم تک پہنچی ہیں۔ ان روایات کی بنیاد پر ہم یہ کہیں گے کہ اگر قرآن مجید کی کسی آیت کا مطلب ہم سمجھنا چاہتے ہیں جو دوسری آیات سے ہم نہیں سمجھ سکے ہیں تو پھر ہم نبی اکرم ﷺ کی ثابت شدہ سنت کی طرف رجوع کریں گے وہ سنت خبرِ واحد بھی ہو سکتی ہے۔ ثقہ راویوں سے جو چیز ہمیں حاصل ہوئی ہو، اس کی مدد سے ہم قرآن مجید کو سمجھیں گے۔مثلاًوَالَّذينَ يَكنِزونَ الذَّهَبَ وَالفِضَّةَ وَلا يُنفِقونَها في سَبيلِ اللَّهِ فَبَشِّرهُم بِعَذابٍ أَليمٍ[38] " جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں، اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں ان کو دردناک عذاب کی بشارت دے دو"۔ صحابہ کرام تو اہل زبان تھے۔ جب انہوں نے یہ آیت سنی تو پریشان ہو گئے۔ کنز کے معنی جمع کرنے کے ہیں خواہ تھوڑا مال ہو یا زیادہ۔ انہوں نے کہا :أينا لم يكنز ہم میں سے کون ہے جس کے پاس کنز نہیں ہے۔ تھوڑا بہت سونا چاندی تو تقریباً سب کے پاس ہے۔ اب کیا عذاب جہنم کی سب کے لئے وعید ہے؟ حضرت عمر نے کہا کہ میں رسول اکرم کی خدمت میں جاتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ابوداود کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا :

ماأدى منه زكوٰة فليس بكنز[39] "جس مال میں سے زکوٰۃ نکال دی جائے، شریعت کے مطابق غریبوں کا حق دیا جائے، وہ کنز نہیں رہتا۔"

کیا قرآن مجید اپنا مفہوم بیان کرنے میں حدیث کا محتاج ہے؟ یہ ایک مثال ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے سنت اور حدیث کے محتاج ہیں۔ منکرین حدیث یہ کہہ دیتے ہیں کہ کیا قرآن ناقص ہے؟ کیا قرآن ادھورا ہے جو ہم سنت کو مانیں؟ کیا ہمارے لئے قرآن کافی نہیں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید تو اپنے مطالب میں ناقص اور ادھورا نہیں ہے لیکن ہم اس کو سمجھنے کے لئے سنت کے محتاج ہیں جس طرح کہ ہم عربی زبان کے محتاج ہیں۔ کیا کوئی صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ بغیر عربی زبان جانے وہ قرآن مجید سمجھ جائیں گے۔ قرآن مجید عربی زبان میں ہے تو عربی زبان بھی سمجھیں۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ چونکہ آپ عربی زبان کے محتاج ہیں، اس لئے قرآن مجید ناقص ہے۔ قرآن مجید محتاج نہیں، ہم عربی زبان کے محتاج ہیں۔ اس طرح ہم محتاج ہیں رسول اکرم کی تشریح وتفسیر کے کہ جس ہستی پر قرآن مجید نازل ہوا تھا، اس ہستی نے اس آیت کا کیا مطلب سمجھا تھا۔ اگر ہم اس سے بے نیاز ہو جاتے ہیں اور اپنی طرف سے مطلب بیان کرتے ہیں تو حقیقت میں ہم سیدھے راستے سے بھٹک رہے ہیں۔

اسی طرح قرآنِ مجید میں آتا ہے : يوصيكُمُ اللَّهُ في أَولٰدِكُم لِلذَّكَرِ مِثلُ حَظِّ الأُنثَيَينِ[40] " اللہ تعالی تمہیں وصیت کرتا ہے تمہاری مذکر اولاد کا حصہ تمہاری مؤنث اولاد کی دو مثل ہے" یہاں پر کوئی تفصیل نہیں ہے کیسی اولاد ہو۔ یعنی لفظ اولاد مطلق بیان ہوا ہے۔ لیکن حدیث سے معلوم ہوتا ہے لايرث القاتل[41] کہ بیٹے نے اگر باپ کو قتل کر دیا تو وارث نہیں ہوگا۔ مزید برآں حدیث نے یہ مفہوم بیان کر دیا کہ اختلافِ دین ہونے کی بناپر یا قاتل ہونے کی بناپر وہ اپنے باپ کا وارث نہیں ہو سکتا۔

قرآن مجید میں محرماتِ ابدیہ کا بیان ہوا ہے۔ نکاح کے لئے مائیں حرام ہیں، بیٹیاں حرام ہیں اور بہنیں حرام ہیں۔ لمبی آیت ہے اور اس کے بعد فرمایا کہ اس کے علاوہ تمہارے لئے حلال ہے لیکن رسول اکرم نے فرمایا: (آپ کا اجتہاد بھی وحی کی روشنی میں تھا) آپ نے فرمایا :لايجمع بين

---

[38] التوبۃ آیت:34

[39] أبوداود، سليمان بن الأشعث، سنن أبي داود، حدیث:1567۔

[40] النساء آیت:11

[41] الترمذي، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذي، حدیث:2109۔

المرأة وعمتها وبين المرأة وخالتها"[42] کہ پھوپھی اور بھتیجی، خالہ اور بھانجی کو بیک وقت ایک شخص کے نکاح میں رکھنا حرام ہے۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر نہیں ہے لیکن قرآن مجید میں یہ ذکر ہے کہ وَأَن تَجمَعوا بَينَ الأُختَينِ "دو بہنوں کو جمع کرنا حرام ہے"۔ اس کی وجہ کیا ہے کہ جب دو سگی بہنیں سوکنیں بن جائیں گی تو سوکن کے رشتہ میں ایک قسم کی رقابت اور عداوت ہوتی ہے۔ اور بہنیں ہونے کا رشتہ یہ چاہتا ہے کہ دونوں میں محبت ہو۔ گویا اس طرح سے دونوں میں قطع تعلق ہو جائے گا۔ ٹھیک اسی طرح پھوپھی اور بھتیجی، خالہ اور بھانجی ان کا قریبی رشتہ ہے، دونوں میں محبت ہے جو فطری چیز ہے۔ اب اگر دونوں بیک وقت ایک شخص کے نکاح میں ہوں گی تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ دونوں سوکنیں بن جائیں گی۔ آپس میں رقابت اور عداوت پیدا ہو گی۔ اور ان کی محبت، نفرت میں تبدیل ہو جائے گی۔ یہ حکیمانہ تعبیر حدیث سے معلوم ہوتی ہے۔ اس قسم کی روایات کو اگر آپ تسلیم نہیں کریں گے تو اسلامی نظام قائم نہیں ہو گا۔ قرآنِ مجید کو سمجھنے کے لئے اخبار آحاد یعنی وہ روائتیں جن کے بیان کرنے والے ایک یا دو یا تین ثقہ راوی ہیں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ایسی صحیح روایات کو بھی قرآن فہمی میں دخل ہے اور ان کے بغیر ہم قرآن مجید کو نہیں سمجھ سکتے۔

۶- آثارِ صحابہ سے عدم واقفیت:

صحابہ کرام کے اقوال، بالخصوص عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، اُبی بن کعب اور وہ لوگ جنھوں نے قرآن مجید کی خدمت کی ہے۔ ان کے سامنے قرآن مجید نازل ہوا ہے لہٰذا ان کی تفسیر کو مانا جائے گا۔ اگر کہیں ان میں اختلاف ہو تو جو قول قرآن مجید سے زیادہ قریب ہو، اس کو لیا جائے گا۔ یہ بھی ضروری ہے، اس کی مثال لیجئے۔

امام بخاری نے صحیح بخاری میں نقل کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ ہم قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اس کی آیات میں تعارض پایا جاتا ہے۔ ایک جگہ 'ہاں' ہے، ایک جگہ 'نہیں' ہے تو وہاں ہم کیا کریں۔ انہوں نے کہا کہ بتاؤ وہ کون سی آیات ہیں تا کہ میں بھی جانوں کہ تمہارے ذہن میں کیا خلجان ہے؟[43]

سائل نے کہا کہ قرآن مجید میں ایک جگہ آتا ہے کہ جب قیامت قائم ہو گی تو مشرکین اللہ تعالیٰ کے دربار میں جا کر کہیں گے "وَاللَّهِ رَبِّنا ما كُنّا مُشرِكينَ [44]" قسم اللہ کی! ہم تو مشرک نہیں تھے۔ ہم نے تو شرک نہیں کیا۔ "وہ انکار کریں گے یعنی اس طرح وہ اپنے شرک کو چھپائیں گے جیسے دنیا کے رشوت خور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے تو رشوت نہیں لی۔ جبکہ دوسری آیات میں آتا ہے وَلا يَكتُمونَ اللَّهَ حَديثًا[45] اور وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات نہیں چھپا سکیں گے۔ یہاں ٹکراؤ ہو گیا کہ مشرکین نے چھپایا تو ہے جیسا کہ پہلی آیت میں ہے لیکن دوسری آیت میں آتا ہے کہ وہ چھپا نہیں سکیں گے تو اس کا کیا مطلب ہے۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن عباس نے وضاحت فرمائی کہ یہ ایک وقت میں نہیں بلکہ ایسا دو اوقات میں ہو گا۔ شروع میں تو کفار یہ سمجھیں گے کہ یہ دربار بھی ہمارے دنیاوی حکام اور بادشاہوں کی طرح ہے۔ اگر ہم یہاں جھوٹ بول دیں اور کچھ چھپا لیں تو ہو سکتا ہے کہ کام چل جائے۔ اس بنا پر وہ کہیں گے کہ " وَاللَّهِ رَبِّنا ما كُنّا مُشرِكينَ" وہ اس طرح جھوٹ بول دیں گے کیونکہ انہیں جھوٹ بولنے کی عادت رہی ہے۔ لیکن اس کے بعد پھر یہ ہو گا کہ : اليَومَ نَختِمُ عَلىٰ أَفواهِهِم وَتُكَلِّمُنا أَيديهِم وَتَشهَدُ

[42] امام بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب لا تنکح المرءۃ علی عمتھا، رقم الحدیث: 5109

[43] امام بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب: تفسیر سورۃ حم السجدۃ، رقم الحدیث: 4687

[44] سورۃ الانعام 6:23

[45] النساء آیت: 42

أَرجُلُهُم بِما كانوا يَكسِبونَ [46]" اس دن ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے، ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں اس کی گواہی دیں گے جو وہ کسب کیا کرتے تھے "اللہ تعالیٰ مہر لگا دیں گے۔ اب یہ اعضا و جوارح یہ ہاتھ پاؤں، آنکھ، کان گواہی دیں گے کہ کیا دیکھا تھا، ہاتھوں سے کیا پکڑا تھا۔ قدم کہاں کہاں بڑھائے تھے، اس وقت کوئی بات نہیں چھپائی جا سکے گی۔ تو یہ دو مرحلے اور دو وقت ہیں۔[47]

اسی طرح کی مثال ہمیں قرآن کریم کی ایک اور آیت سے ملتی ہے:

"وَمِنَ النّاسِ مَن يَشتَرى لَهوَ الحَديثِ"[48] کہ لوگوں میں سے وہ ہیں جو خریدتے ہیں لہوالحدیث یعنی ایسی باتیں جو لھو ہیں۔ لھو کیا چیز ہے: كل كلام يلهي عن ذكر الله "ہر وہ کلام جو اللہ کے ذکر سے غافل کردے وہ لھوالحدیث"...اس کی تفسیر حضرت عبداللہ بن مسعود کرتے ہیں، ترمذی کی روایت ہے۔ وہ اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں:"والله الذي لا إله إلا هو" کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ لہوالحدیث کیا ہے، اس کا بڑا مصداق الغنا ہے یعنی ناچ گانے، یا گانے باجے۔ اس کا وہی نشہ ہے جو شراب کا ہوتا ہے [49]"اور دوسرے صحابی اس کی تفسیر کرتے ہیں :الغناء ينبت النفاق، غنا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے یعنی انسان اس طرح مست ہو جاتا ہے کہ اسے نہ قرآن میں لذت حاصل ہوتی ہے۔ بس وہ چاہتا ہے کہ ریڈیو، ٹی وی اور دوسرے ذرائع سے اچھے سُر رکھنے والے مغنی اور مغنّیات کا گانا سنتا رہے۔ اس کو اسی میں لطف آتا ہے۔ اسی میں اُسے لذت محسوس ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے لھو کی تفسیر غنا سے کی ہے۔[50] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید کے فہم کے لئے صحابہ کرام کی تفسیر بھی قابل اعتماد ہے۔ بہت سے وہ مقامات جو ہمارے لئے مشکل ہیں، ان کو انہوں نے حل کیا ہے۔ کیونکہ ان کے سامنے قرآنِ مجید نازل ہوا اور وہ جانتے تھے کہ رسول اکرم نے کیا تفسیر کی ہے اور انہیں کس طرح سمجھایا ہے۔

۷۔تمدنِ عرب سے ناواقفیت:

قرآنِ مجید کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے عربوں کے تمدن، عادات، اور رسم و رواج سے واقفیت بے حد ضروری ہے۔ قرآن جس ماحول میں نازل ہوا، اس کے اولین مخاطب اہلِ عرب تھے۔ ان کے طور طریقے، طرزِ زندگی، دینی و سماجی روایات، اور معاشرتی اقدار کو سمجھے بغیر بعض آیات کے معانی اور حکمتوں تک رسائی ممکن نہیں۔ مثلا

وَلَيْسَ الْبِرَّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ[51]

اس آیت کا سیاق و سباق تب مکمل طور پر سمجھا جا سکتا ہے جب یہ معلوم ہو کہ جاہلیت کے دور میں اہلِ عرب کی یہ عادت تھی کہ حج یا طواف کے بعد وہ اپنے گھروں میں پیچھے کی طرف سے داخل ہوتے تھے، یہ سمجھتے ہوئے کہ اگلا دروازہ ناپاک ہو گیا ہے اور وہ پاکی کے بعد وہاں سے داخل نہ ہوں گے۔ قرآن نے اس رسم کی تردید کی اور واضح کیا کہ نیکی رسموں یا ظاہری اشکال کا نام نہیں، بلکہ نیکی کا معیار تقویٰ ہے۔ لہٰذا حقیقی فہم تبھی حاصل ہوتا ہے جب عرب جاہلیت کے تمدن پر عبور حاصل ہو، خاص طور پر ان آیات کے بارے میں جو شراب، پردہ، جنگ، صلح، اور معیشت جیسے معاملات سے متعلق ہیں۔

---

[46] یس آیت:65

[47] صحیح البخاری :کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ حم السجدۃ، حدیث نمبر 4687

[48] لقمان آیت:06

[49] الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسی، جامع الترمذی، کتاب التفسیر، باب: تفسیر سورۃ لقمان، رقم الحدیث:3195۔

[50] تفسیر ابن کثیر، سورۃ لقمان 31:6 کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے۔

[51] البقرہ آیت:189

۸-کتبِ سماویہ کے تحریف شدہ متون

قرآن مجید کی درست تفہیم کے لئے کتبِ سماویہ بالخصوص تورات اور انجیل (موجودہ بائبل) کا مطالعہ معاون ثابت ہوتا ہے، کیونکہ قرآن خود کو سابقہ کتابوں پر "مھیمن" یعنی تصدیق کنندہ اور تصحیح کرنے والا قرار دیتا ہے۔ سابقہ کتب میں جو تحریفات داخل ہو چکی ہیں، قرآن ان کی اصلاح کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، قرآن میں اللہ تعالی کی تخلیق کے بعد تھکن کا انکار کیا گیا ہے،[52] جب کہ تورات میں ہے کہ اللہ نے ساتویں دن آرام کیا۔[53] اس تضاد کو سامنے رکھ کر قرآن کے الفاظ "وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ" کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تورات میں انبیاء علیہم السلام کے بارے میں نازیبا بیانات پائے جاتے ہیں، جیسے حضرت نوحؑ کی شراب نوشی، حضرت ہارونؑ کا بُت بنانا، حضرت داؤدؑ کا گناہ، اور حضرت سلیمانؑ کا مشرکہ عورتوں سے تعلق۔[54] یہ سب باتیں قرآن کے انبیاء کے تقدس والے بیانیے سے بالکل متصادم ہیں۔ قرآن انبیاء کو "إنهم من الصالحين" اور "كانوا لنا خاشعين" جیسے بلند اوصاف سے ذکر کرتا ہے۔[55] ان دونوں بیانیوں کا موازنہ قرآن کی عظمت، پاکیزگی کو مزید نمایاں کرتا ہے۔ لہٰذا، سابقہ آسمانی کتب کی تحریفات کو جاننے سے قرآن فہمی میں گہرائی اور حکمت پیدا ہوتی ہے، اور یہ واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن نہ صرف رشد و ہدایت کی آخری کتاب ہے بلکہ سابقہ کتب کی درست تعبیر بھی پیش کرتا ہے۔

۹- تفسیر بالرائے کا فہم قرآن کریم میں کردار:

تفسیر بالرائے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی کسی آیت، جملہ یا کلمہ کی تشریح و توضیح محض ذاتی رائے و سمجھ کی بنیاد پر کی جائے، اور قرآن فہمی کے جو اصول و شرائط ہیں، ان کی رعایت و پاس داری نہ کی جائے۔ یہ تفسیر بالرائے سخت مذموم ہے اور حدیث پاک میں اس پر وعید بھی آتی ہے۔ اور اگر قرآن کریم کی کسی آیت، جملہ یا کلمہ کی تشریح و توضیح، قرآن کریم کی کسی دوسری آیت، جملہ یا کلمہ کی بنیاد پر ہو یا حدیث پاک میں آئی ہو یا قرآن فہمی کے اصول و شرائط کی رعایت کے ساتھ ہو تو وہ تفسیر صحیح و معتبر ہے۔ البتہ اگر وہ تشریح و توضیح کسی ایسے شخص کے اجتہاد پر مبنی ہو، جو تفسیر قرآن کی شرائط کا حامل ہو اور اس نے قرآن فہمی کے اصول و شرائط کی روشنی میں ہی وہ تشریح و توضیح کی ہو تو بسا اوقات اس پر بھی تفسیر بالرائے کا اطلاق ہو جاتا ہے؛ لیکن یہ تفسیر بالرائے محمود ہے، مذموم نہیں، اور یہ حدیث پاک کی وعید میں بھی داخل نہیں ہے، اور اس صورت میں "تفسیر بالرائے" کی تعبیر میں ''رائے'' سے اجتہاد صحیح و معتبر مراد ہوگا۔[56]

اس کے علاوہ، مولانا ابوالکلام آزادؒ نے بھی تفسیر بالرائے پر تفصیل سے بحث کی ہے، جس کا حاصل وہی ہے جو اوپر ذکر ہو چکا۔ لیکن جو ہمارا موضوع ہے اور جس کی مولانا آزادؒ نے نشاندہی کی ہے، وہ یہی ہے کہ تفسیر بالرائے سے اشکالات کا ایک بہت بڑا اور نہ بند ہونے والا دروازہ کھل گیا۔ آپؒ لکھتے ہیں کہ:

---

[52] سورۃ ق:38" —وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِن لُّغُوبٍ" وما مسنا من لغوب (اور ہمیں تھکن نے نہیں چھوا)

[53] کتاب پیدائش (Genesis) باب2، آیت2" —اور خدا نے ساتویں دن اپنے سب کام سے جسے وہ کر رہا تھا، فارغ ہو کر آرام کیا۔"

[54] کتاب پیدائش باب9 —حضرت نوحؑ کی شراب نوشی

کتاب خروج (Exodus) باب32 —حضرت ہارونؑ کا بُت بنانا

سموئیل ثانی) 2 (Samuel باب11 —حضرت داؤدؑ اور اوریا کی بیوی

کتاب سلاطین) 1 (Kings باب11 —حضرت سلیمانؑ کی مشرکہ بیویاں

[55] سورۃ الأنبیاء: آیات 75تا90" —وَأَدْخَلْنَاهُ فِي رَحْمَتِنَا إِنَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ"، "إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ"...

[56] تاریخ رسائی 18 اپریل 2022

اشکال و موانع کا بڑا دروازہ تفسیر بالرائے سے کھل گیا جس کے اندیشے سے صحابہ وسلف کی روحیں لرزتی تھیں۔[57]

قرآن فہمی میں تفسیر بالرائے (مذموم) سے ماخوذ نظریات وافکار بھی دشواری کا سبب بنتے ہیں کیونکہ یہ ایسے نظریات وافکار ہوتے ہیں جن میں قلم نگار (میں انہیں مفسر نہیں سمجھتا) کے اپنے ذاتی مفادات کے پیشِ نظر بہت سے نظریات شامل ہوتے ہیں جو قرآنِ کریم کا نفسِ مضمون بھی نہیں ہوتا اور قرآنِ کریم کا مؤقف بھی نہیں ہوتا ہے۔ نوجوان نسل جب ایسے افکار و نظریات پڑھتے ہیں تو گمراہی کی جانب سفر کا پہلا قدم اٹھاتے ہیں۔

۱۰- مذہبی تعصبات

مذہبی تعصب قرآن فہمی میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ مثال کے طور پر رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کے متعلق بشریت ونورانیت کا عقیدہ دو گروہوں کے درمیان عرصہ دراز سے چلتا آرہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارک کے متعلق جمہور علماء وفقہاء کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ بشر تھے لیکن آپ کی بشریت عام بشر کی مثل نہیں تھی بلکہ آپ بے مثل بشر تھے اور اللہ تعالی نے آپ کے وجود مبارکہ کو نورنیت کا پہناوا بھی پہنار کھا تھا اس عقیدے سے انکار اس لئے بھی ممکن نہیں ہے کہ آپ ﷺ کا شبِ معراج اللہ تعالی کی زیارت فرمانا بشکلِ نور ہی ممکن تھا اور عین اس وقت آپ ﷺ پر نورانیت والی حالت طاری رہی ہے۔ لیکن دوسری طرف بعض لوگوں کا یہ عقیدہ بن گیا کہ آپ رسول اللہ ﷺ عام بشر کی مثل بشر تھے عام انسانوں کی مثل انسان تھے یعنی بشرِ محض کا عقیدہ بنالیا۔ اس بشر ِ محض کے عقیدے کے ثبوت میں قرآن کریم کی وہ آیات جو کفار و مشرکین کے جواب میں نازل ہوئیں تھی معاذ اللہ آپ ﷺ کی بشریت کے ثبوت میں پیش کرنے لگے۔ جب یہ عقیدہ ذہن میں راسخ ہو جاتا ہے تو پھر قرآن مجید میں اس نظریے کے ثبوت تلاش کیے جاتے ہیں۔ اسی تعصب کی بنیاد پر سورہ تغابن کی اس آیت کو دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے:

وَقَالُوا مَالِ هَٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ [58]

"اور انہوں نے کہا: اس رسول کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے؟"

اصل میں انکار کی وجہ یہ تھی کہ وہ انبیاء کو اپنے جیسا انسان مانتے تھے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن فہمی کے لیے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ ہم ہر قسم کے تعصب اور عصبیت سے پاک ہو کر قرآن کو پڑھیں۔ اگر ہم پہلے سے کوئی عقیدہ یا نظریہ ذہن میں رکھ کر قرآن کو سمجھنے کی کوشش کریں گے تو اصل پیغام سے دور ہو جائیں گے۔

اسی مذہبی تعصب اور فرقہ وارانہ ذہنیت کی وجہ سے مسلمان قرآن سے دور ہو گئے ہیں۔ بعض اوقات یہ تعصب اتنا بڑھ جاتا ہے کہ لوگ قرآن کی آیات کو اپنے فرقہ وارانہ نظریات کے مطابق توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں۔ مثلاً شیعہ تعصب کی مثال میں بعض افراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں آیت "وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ" [59] کو اپنے مفہوم میں پیش کرتے ہیں، حالانکہ یہاں "شیعت" سے مراد گروہ یا پیروکار ہیں، نہ کہ آج کے فرقہ وارانہ معنی۔ اسی طرح دوسری آیات کو بھی اپنے اپنے فرقہ وارانہ عقائد کے مطابق پیش کیا جاتا ہے، جس سے نہ صرف قرآن کا اصل پیغام چھپ جاتا ہے بلکہ امت میں مزید انتشار اور دوریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ قرآن ہمیں ہر قسم کے تعصب اور فرقہ واریت سے بچنے کی تعلیم دیتا ہے اور وحدت واخوت پر زور دیتا ہے۔

---

[57] مولانا ابوالکلام آزادؒ، ترجمان القرآن، لاہور، اردو بازار الفضل مارکیٹ، ج 1، ص: 51

[58] الفرقان آیت: 7

[59] الصافات: 83

قرآن فہمی میں معاصر دشواریوں کے خارجی اسباب کا مطالعہ

۱۔ عقلِ انسانی کا مصنوعی ذہانت پر انحصار:

(AI) مصنوعی ذہانت بلاشبہ انسانی ترقی کا ایک اہم سنگ میل ہے، لیکن اس کے ساتھ کئی سنجیدہ خطرات بھی وابستہ ہیں۔ ان خطرات میں سب سے نمایاں انسان کی فکری اور جذباتی صلاحیتوں کا زوال، پرائیویسی کی خلاف ورزی، روزگار کے مواقع کی کمی، اور اخلاقی حدود کا زوال شامل ہیں۔ مصنوعی ذہانت جب انسان کے فیصلوں کی جگہ لینے لگے تو انسانی ذمہ داری، وجدان اور روحانیت مفقود ہوتی چلی جاتی ہے، حالانکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل، شعور اور فہم کی نعمت عطا کی ہے تاکہ وہ خیر وشر میں تمیز کر سکے۔

قرآن مجید بار بار انسان کی عقل و فکر کو مخاطب کرتا ہے اور تدبر و تفکر کی دعوت دیتا ہے:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ[60]

بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے بدلنے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ یہ آیت ہمیں متوجہ کرتی ہے کہ کائنات کے نظام میں غور و فکر کرنا صرف عقل والے انسانوں کا کام ہے، نہ کہ مصنوعی مشینوں کا۔ مزید برآں: وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا، اور اللہ نے آدمؑ کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔"[61] یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کو ایک خاص علم، فہم اور فطری عقل سے سرفراز کیا گیا ہے جو کسی مشینی نظام میں موجود نہیں ہو سکتی۔ اگر انسان خود کو AI جیسے سسٹمز کے تابع کر دے تو وہ اپنی اس بنیادی کرامت کو کھو دے گا جو اسے دیگر مخلوقات سے ممتاز بناتی ہے۔ مزید برآں، قرآن میں انسانی عقل کو بار بار متوجہ کیا گیا ہے: أَفَلَا تَعْقِلُونَ "کیا تم عقل نہیں رکھتے؟"[62] یہ اس بات کی دعوت ہے کہ انسان اپنی عقل کو استعمال کرے، نہ کہ غیر شعوری ٹیکنالوجی کے رحم و کرم پر رہے۔ اگرچہ AI معلوماتی اور تجزیاتی میدان میں انسانی مددگار ہو سکتی ہے، لیکن اس کی حد بندی ضروری ہے تاکہ انسانی اخلاق، حریتِ فکر، اور روحانی اقدار محفوظ رہیں۔

۲۔ مصنوعی ذہانت فکری و عقلی جمود کا سبب:

مصنوعی ذہانت (اے آئی) کے ذریعے قرآن فہمی کے حوالے سے چند اہم نقصانات سامنے آ رہے ہیں جن میں سب سے بڑا مسئلہ طلباء و طالبات کا قرآن مجید اور اس کی تفسیروں سے براہِ راست تعلق کا کمزور ہونا ہے۔ عصرِ حاضر میں طلباء فوری سہولت کی تلاش میں قرآن کے ترجمے، تفسیری نکات اور مفاہیم تک رسائی کے لیے اے آئی ٹولز جیسے چیٹ بوٹس یا ایپس پر انحصار کرنے لگے ہیں۔ مثال کے طور پر، وہ سوالات کے جوابات حاصل کرنے یا مشکل آیات کی تشریح کے لیے اے آئی سے رجوع کرتے ہیں، لیکن یہ عمل انہیں کتابوں کے اوراق پلٹنے، تفسیری حقائق کو غور سے پڑھنے، یا علماء سے براہِ راست رہنمائی لینے سے دور کر دیتا ہے۔ نتیجتاً، قرآن کے ساتھ ان کا عملی تعلق صرف ایک "سرچ انجن" تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے جہاں وہ گہرائی میں جانے کی کوشش نہیں کرتے۔ مستقبل قریب میں یہ رجحان اس حد تک بڑھ سکتا ہے کہ نئی نسل قرآن کے

[60] آل عمران، آیت 190

[61] البقرۃ آیت: 31

[62] البقرۃ آیت: 44

متن کو خود پڑھنے اور سمجھنے کی بجائے مکمل طور پر اے آئی جنریٹڈ خلاصوں پر انحصار کرنے لگے گی، جس سے نہ صرف ان کا علم سطحی ہو جائے گا بلکہ قرآن کے روحانی اور فکری پیغام سے ان کا تعلق بھی کمزور پڑ جائے گا۔[63]

اے آئی کی بنیادی حدود یہ ہیں کہ یہ انسانی تجربات، روحانی بصیرت، اور تاریخی تناظر کو مکمل طور پر سمجھنے سے قاصر ہے۔ قرآن مجید کی آیات کا سیاق وسباق، نزول کے وقت کے معاشرتی حالات، اور شارحینِ قرآن کی گہری تشریحات کو اے آئی کے الگورتھمز عددی ڈیٹا میں تبدیل کر کے پیش کرتے ہیں، جو اکثر مفہوم کے بجائے الفاظ کی ترجمانی تک محدود رہ جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، اے آئی "رب العالمین" جیسے لفظی ترجمے تو دے سکتی ہے لیکن اس کی روحانی گہرائی، توحید کے تصور کی وسعت، یا اس کے انسانی نفوس پر اثرات کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ مزید یہ کہ اے آئی کے ڈیٹا بیس میں موجود غلط معلومات یا غیر معتبر تفسیری مواد کے سبب غلط مفاہیم پھیلنے کا خطرہ بھی موجود ہے، خاص طور پر جب طلباء اپنی تحقیق کے بغیر ان پر اعتماد کر لیں۔

۳- آرٹیفیشل انٹیلیجنس روحانیتِ قرآن سے بے زاری کا سبب:

دوسرا بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اے آئی ٹیکنالوجی انسانی عقل اور قلبی احساسات کے ملاپ سے پیدا ہونے والے فہم کی جگہ نہیں لے سکتی۔ قرآن پاک کا مطالعہ صرف ذہنی ورزش نہیں بلکہ ایک روحانی عمل ہے جس میں تدبر، تفکر اور تزکیۂ نفس شامل ہیں، جبکہ اے آئی کے ذریعے حاصل کردہ معلومات میں یہ پہلو مکمل طور پر غائب ہے۔[64] آنے والے سالوں میں اگر طلباء نے روایتی تفسیری کتب کو یکسر نظرانداز کر دیا تو نسلِ نو کو قرآن کے ادبی حسن، بلاغت کے معجزات، اور تشریحی اختلافات کی بنیادیں سمجھنے میں دشواری ہوگی، جس سے دین کی تفہیم خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ اس کے علاوہ، اے آئی کی بنیاد پر قرآن سیکھنے والے طلباء میں تنقیدی سوچ کی کمی واقع ہوگی، کیونکہ وہ ہر سوال کا جواب کسی مشین سے حاصل کرنے کے عادی ہو جائیں گے، جبکہ قرآن فہمی کے لیے سوالات اٹھانا، مختلف تفاسیر کا موازنہ کرنا، اور اپنے علمی معیار کو پرکھنا انتہائی ضروری ہے۔ مختصر یہ کہ مصنوعی ذہانت قرآن کے مفہوم کو سمجھنے کا متبادل نہیں بن سکتی، بلکہ یہ ایک معاون ٹول کی حد تک ہی مفید ہے، جس کا غیر متوازن استعمال نسلِ نو کو کتابِ الٰہی کے اصل مقصد سے دور کر سکتا ہے۔

۴- نسلِ نو کی الحاد پروری:

الحاد پروری کا بڑھتا ہوا رجحان قرآن و دین کے چہرے کو بگاڑنے میں ایک گہرا اور وسیع اثر رکھتا ہے جو نہ صرف مذہبی عقائد کو کمزور کر رہا ہے بلکہ معاشرتی اور اخلاقی اقدار کو بھی متاثر کر رہا ہے۔ الحاد کا بنیادی نظریہ یہ ہے کہ کائنات اور انسان خود بخود وجود میں آئے ہیں اور کسی خالق کی ضرورت نہیں، جس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ خدا کا انکار مذہب کی بنیاد ہی ختم کر دیتا ہے۔ جب خدا کا تصور ختم ہو جاتا ہے تو دین کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی، اور اس کے نتیجے میں انسان اپنی زندگی کو محض وقتی لذتوں اور مادی مفادات تک محدود کر لیتا ہے، جس سے روحانی اور اخلاقی اقدار کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔ اس نظریے کی وجہ سے نئی نسل میں دین سے دوری بڑھ رہی ہے اور وہ قرآن کی رحمانی تعلیمات سے بے گانہ ہو رہی ہے۔ الحاد کے حامی جدید تعلیمی اداروں اور میڈیا کے ذریعے نوجوانوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ مذہب عقلیت اور سائنس کے خلاف ہے، جبکہ حقیقت میں قرآن خود غور و فکر اور علم کی دعوت دیتا ہے۔ اس پروپیگنڈے کا ایک اہم پہلو قرآن کی آیات کو ان کے تاریخی اور نزولی سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کرنا ہے، جس سے ان کا اصل مفہوم مسخ ہو جاتا ہے اور نوجوانوں کے ذہنوں میں شک و تذبذب پیدا ہوتا ہے۔

---

[63] Vieriu, Aniella Mihaela, and Gabriel Petrea. 2025. "The Impact of Artificial Intelligence (AI) on Students' Academic Development" Education Sciences 15, no. 3: 343. https://doi.org/10.3390/educsci15030343

[64] سید عزیز اللہ شاہ، مصنوعی ذہانت اور عقلِ انسانی کے قرآنی معیار، مئی 2023، مراۃ العارفین انٹرنیشنل۔

مزید برآں، الحاد کی ترویج میں مصنوعی ذہانت اور سوشل میڈیا کا کردار بھی نمایاں ہے، جہاں الحادی نظریات کو بڑے پیمانے پر پھیلایا جاتا ہے اور نوجوانوں کو دین سے دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ، الحاد کے مختلف زاویے جیسے کہ مادہ پرستی، ارتقائی نظریہ، اور سیکولرازم کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ وہ دین کی جگہ لے سکیں، جبکہ یہ نظریات قرآن کی توحید، معاد اور اخلاقی تعلیمات کے منافی ہیں۔ الحاد کی اس تحریک نے مسلم معاشروں میں اخلاقی انحطاط، سماجی انتشار، اور فکری الجھن کو جنم دیا ہے، جس کا مشاہدہ ہم روزمرہ کی زندگی میں کر سکتے ہیں جہاں "جیسے چاہو جی لو" کے نظریات عام ہو رہے ہیں۔ نتیجتاً، الحاد نہ صرف دین کے چہرے کو بگاڑ رہا ہے بلکہ امت مسلمہ کی فکری اور روحانی یکجہتی کو بھی شدید نقصان پہنچا رہا ہے، جس سے اسلام کی اصل تعلیمات کا گم ہونا اور نوجوانوں کا دین سے بے گانہ ہونا ایک سنگین مسئلہ بنتا جا رہا ہے۔[65]

۵- نسلِ نو کا ڈیجیٹل ذرائع پر انحصار:

قرآن فہمی میں دشواری کا ایک اہم سبب آج کے دور میں ڈیجیٹل ذرائع کا بڑھتا ہوا رجحان ہے جو نسلِ نو کو قرآن کے اصل مفاہیم سے دور کر رہا ہے۔ موبائل ایپس، یوٹیوب ویڈیوز، سوشل میڈیا پلیٹ فارمز اور آن لائن فورمز پر قرآن کی تشریحات اور ترجمے بآسانی دستیاب ہیں مگر اکثر یہ ذرائع علمی گہرائی اور مستند علمی بنیادوں سے خالی ہوتے ہیں۔[66] نوجوان جلد بازی میں مختصر اور آسان جوابات تلاش کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ قرآن کی آیات کی حقیقی تفسیر، سیاق وسباق اور تاریخی پس منظر کو سمجھنے سے قاصر رہ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ، ڈیجیٹل دنیا میں غلط معلومات، الحادی نظریات، اور متنازعہ آراء کی بھرمار ہے جو قرآن کی روحانی اور اخلاقی تعلیمات کو کمزور کرتی ہے اور نوجوانوں کے ذہنوں میں شک وشبہات پیدا کرتی ہے۔۔ ایک حالیہ تحقیق کے مطابق، ڈیجیٹل قرآن ایپلی کیشنز کے استعمال سے نوجوانوں کے ہاں قرآن کے تقدس اور اس کے ساتھ وابستہ روایتی آداب میں کمی آئی ہے، اور اکثر نوجوان ڈیجیٹل قرآن کو محض ایک عام ایپ یا انفارمیشن ٹول کے طور پر استعمال کرتے ہیں، جس سے قران کی روحانی حیثیت اور مطالعے کا وقار متاثر ہوتا ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے قرآن سے متعلق غیر مستند یا متنازعہ آراء، سطحی تفسیریں اور الحادی نظریات تیزی سے پھیلتے ہیں، جس سے نوجوانوں کے ذہنوں میں غلط فہمیاں اور شکوک پیدا ہوتے ہیں۔ ایک تحقیق میں یہ بھی سامنے آیا ہے کہ 75% اساتذہ اور والدین نے تسلیم کیا کہ سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز قرآن فہمی میں توجہ کی کمی، وقت کے ضیاع اور غیر اخلاقی مواد کی وجہ سے رکاوٹ بن رہے ہیں، اور نوجوان نسل روایتی تعلیمی ذرائع سے دور ہو رہی ہے۔ اگرچہ ڈیجیٹل ذرائع قرآن کی تعلیم تک رسائی کو آسان بناتے ہیں، لیکن ان کا غیر محتاط اور غیر تربیت یافتہ استعمال نوجوانوں کو قرآن کی اصل روح اور مطالعاتی عمق سے دور کر رہا ہے، اور یہ مسئلہ پوری مسلم دنیا میں تشویش کا باعث بنتا جا رہا ہے[67] اس کے برعکس، قرآن کے فہم کے لیے روایتی کتب، معتبر تفسیریں اور علماء کی رہنمائی لازمی ہے جو نوجوانوں میں تدبر اور غور و فکر کو فروغ دیتیں ہیں۔ اس صورتحال کا ادراک کرتے ہوئے علماء اور تعلیمی اداروں کو چاہیے کہ وہ نوجوانوں کو

---

[65] مبشر نزیر، الحاد جدید کے مغربی و مسلم معاشروں پر اثرات، جامعہ کراچی دار التحقیق برائے علم و دانش

[66] Fajrie, Mahfudlah, Dwi Agung Nugroho Arianto, Yuyun Wahyu Izzati Surya, And Akhirul Aminulloh. "Al-Quran Digitalization: Adolescent View On The Value Of The Digital Al-Quran Application." Jurnal Komunikasi: Malaysian Journal Of Communication 39, No. 1 (2023): 92-106.

[67] Rabiu, Aliyu Alhaji, Nabeela Usman El-Nafaty, Ikilima Abubakar Shariff, And Ibrahim Dahiru Idriss. "The Impact Of Social Media On Qur'anic Studies In Northern Nigeria: An Assessment Of Its Challenges And Opportunities." Jurnal Usuluddin 52, No. 2 (2024): 107-134.

مستند قرآنی تعلیم فراہم کرنے کے لیے جدید ٹیکنالوجی کا مثبت استعمال سکھائیں تاکہ فہمِ قرآن میں رکاوٹیں دور ہوں اور نوجوان اپنے دینی ورثہ کو مضبوط بنا سکیں۔[68]

۶-ناقص قرآنی معلومات قرآن فہمی میں رکاوٹ:

قرآن کریم کے درست مفاہیم و مطالب تک رسائی میں ایک بڑی رکاوٹ ناقص قرآنی معلومات ہیں۔ جب انسان خود کسی قرآنی موقف پر اطمینان حاصل نہ کرے تو وہ اسے دوسروں تک مؤثر طریقے سے نہیں پہنچا سکتا۔ یہی مسئلہ آج کے عام مسلمانوں کو درپیش ہے۔ بیشتر لوگ قرآن کے بنیادی تصورات سے واقف نہیں، کیونکہ وہ محض مسلم گھرانے میں پیدا ہونے کی بنا پر مسلمان ہیں، اسلام اور قرآن پر تحقیق کو ضروری نہیں سمجھتے۔ لہٰذا جب انہیں دعوت و تبلیغ کی ترغیب دی جاتی ہے تو ان کا فوری جواب یہی ہوتا ہے کہ ہمیں دین کا علم نہیں، ہم قرآن کا مفہوم پوری طرح نہیں سمجھتے، تو تبلیغ کیسے کریں؟ ایک دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ قرآن کو خوب جانتے ہیں، مگر درحقیقت وہ چند معروف اور روایتی آیات تک محدود ہوتے ہیں۔ جب ایسے لوگ قرآن کی تبلیغ کرتے ہیں تو وہ نہ صرف دوسروں کو دین سے بدظن کرتے ہیں بلکہ سادہ دل مسلمانوں کے دلوں میں بھی شکوک و شبہات پیدا کر دیتے ہیں۔ وہ قرآن کو ناقابل عمل یا مشکل بنا کر پیش کرتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لامذہب طبقہ اسلام پر اعتراضات کرتا ہے اور عام مسلمان فکری الجھن میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

۷-لایعنی مصروفیات میں انہماک:

دورِ حاضر نے انسان کو مشینی زندگی کا حصہ بنا دیا ہے۔ دن اور رات کی قدرتی تقسیم کو نظر انداز کر کے وقت کو صرف گھنٹوں کی تقسیم میں قید کر دیا گیا ہے۔ کاروباری ذہنیت اس حد تک غالب آ چکی ہے کہ انسانیت کے ناطے تعلقات ختم ہوتے جا رہے ہیں اور ہر تعلق مفادات کا محتاج بن چکا ہے۔ انسان کی مصروفیات اس قدر بڑھ چکی ہیں کہ خالص انسانیت، ہمدردی، اور روحانی بیداری کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ ایسے کھیل اور مشغلے رائج ہو چکے ہیں جو کئی دنوں تک انسان کو اپنے سحر میں رکھتے ہیں۔ اخلاق سوز لٹریچر عام ہے، جبکہ بے مقصد محافل میں گھنٹوں ضائع کر دیے جاتے ہیں جن کا کوئی تعمیری نتیجہ نہیں نکلتا۔ کلبوں، سینماؤں، اور بازاروں میں قیمتی وقت ضائع ہو رہا ہے۔ فکر معاش اور دولت کی ہوس نے انسان کی زندگی کو اتنا مصروف بنا دیا ہے کہ اب قرآن کی تعلیمات کی تفہیم اور اس کی تبلیغ کے لیے وقت نکالنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ تاجر دن بھر اپنی دکان پر مصروف رہتا ہے اور رات گئے لوٹتا ہے۔ ملازم صبح دفتر جاتا ہے اور شام کو تھکا ہارا واپس آتا ہے۔ گھر کے تمام افراد صبح نکلتے ہیں اور شام کو ہی گھر لوٹتے ہیں۔ رات کے وقت تفریحی مقامات پر چلے جاتے ہیں، لیکن رشتہ داروں یا معاشرتی فرائض کی ادائیگی کے لیے کوئی وقت نہیں نکالا جاتا۔ ایسے ماحول میں، اگر کوئی دین سے محبت رکھنے والا شخص قرآن کی اشاعت یا تفہیم کا فریضہ ادا کرنا بھی چاہے تو نہیں کر سکتا، کیونکہ اس کا زیادہ تر وقت غیر ضروری اور بے معنی مصروفیات میں ضائع ہو چکا ہوتا ہے۔

۸-ذرائع ابلاغ کا منفی استعمال:

ذرائع ابلاغ دورِ حاضر میں فہمِ قرآن اور دعوتِ دین کے لیے نہایت اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ یہ میڈیا ایک ایسی طاقت ہے جو اگر احیائے دین کے لیے استعمال ہو تو معاشرے میں قرآن سے محبت، دلچسپی اور فہم کی فضا پیدا کی جا سکتی ہے۔ لیکن اگر یہی طاقت منفی رخ اختیار کر لے تو یہ قرآن سے دوری اور دین سے بیزاری کا سبب بھی بن سکتی ہے۔ بدقسمتی سے آج ہمارے ذرائع ابلاغ —— جیسے ریڈیو، ٹیلی ویژن، اخبارات، رسائل، جرائد اور خاص طور پر انٹرنیٹ —— کا رخ عمومی طور پر فہمِ قرآن کی طرف نہیں ہے۔ ان سے نشر ہونے والے پروگرام عموماً بے حیائی، بداخلاقی

[68] Ali, Mukti, And Avin Wimar Budyastomo. "The Impact Of Social Media For The Development Of Da'wah In Indonesia." Religia 24, No. 1 (2021): 22-33.

اور اسلامی اقدار کی پامالی پر مبنی ہوتے ہیں۔ ان پروگراموں کے منتظمین ایسے مواد کو فروغ دیتے ہیں جو نہ صرف اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ اخلاقی تباہی کا ذریعہ بھی ہے۔ ان کا طرزِ عمل مغرب زدہ غلامانہ ذہنیت کی غمازی کرتا ہے۔

میڈیا کے اس منفی سیلاب میں آج کی مائیں، بیٹیاں، بہنیں اور بیویاں سب بہہ رہی ہیں۔ ذرائع ابلاغ نے بدی کی تشہیر اور نیکی کی تحقیر کو اپنا شعار بنالیا ہے۔ نوجوان نسل روز بروز اخلاقی پستی اور ذہنی انتشار کا شکار ہو رہی ہے۔ ان کے دلوں سے قرآن کی عظمت اور حقانیت کا تصور مٹتا جا رہا ہے۔ صورتحال اس قدر افسوسناک ہو چکی ہے کہ عام مسلمان خود تو دین کی تبلیغ سے غافل ہیں ہی، جو لوگ اس عظیم کام میں مشغول ہیں، انہیں بھی طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ دعوتِ رجوع الی القرآن کی کوششیں کرنے والوں کو ذہنی، روحانی، جسمانی اور مادی دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جس کے نتیجے میں کئی مخلص داعی بھی اس مقدس مشن سے پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

۹۔ سیکولر و مغربی نظامِ تعلیم:

کسی قوم کے مستقبل کے معمار اس کے طلبہ ہوتے ہیں، اور تعلیمی ادارے ان کے لیے ماں کی گود کی مانند ہوتے ہیں۔ نظامِ تعلیم کسی قوم کی فکری، اخلاقی اور روحانی زندگی کے لیے ویسا ہی ہے جیسا جسم کے لیے خون۔ اگر نظامِ تعلیم درست ہو، عمدہ اور صالح ہو، تو نوجوان نسل اعلیٰ اقدار کی حامل، باکردار اور علم و عمل سے آراستہ بن کر ابھرتی ہے۔

امتِ مسلمہ کا آج سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ اس کا تعلیمی نظام مغربی سانچے میں ڈھالا جا چکا ہے، بالخصوص کالجز اور جامعات مغربی طرزِ فکر و تہذیب کے نمائندہ مراکز بن چکے ہیں۔ نصاب میں مادی فوائد کو مرکزیت حاصل ہے، ماحول اسلامی اخلاق و اقدار کے بجائے ذہنی آلودگی کو فروغ دیتا ہے، اور نصابی کتابیں قرآنِ مجید کی تعلیمات سے یکسر خالی ہیں۔

گرائمر اور زبان کے بنیادی اصول تو پڑھائے جاتے ہیں، مگر اس انداز سے کہ قرآن سے مربوط ہونے کی کوئی راہ پیدا نہیں ہوتی۔ نصابِ تعلیم نہ اسلامی تحقیق کی طرف رہنمائی کرتا ہے، نہ دین کی تفہیم، اور نہ ہی فکری پختگی فراہم کرتا ہے۔ اس کے برعکس یہ نظام ایسا ذہن تیار کرتا ہے جو یا تو دین سے بیزار ہوتا ہے یا پھر شک اور تذبذب کا شکار۔ لہٰذا یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہیں ہوگا کہ ہمارا موجودہ نظامِ تعلیم فہمِ قرآن، دعوت، تبلیغ اور اسلامی فکر کے فروغ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

قرآن فہمی میں معاصر مشکلات کے حل کی ممکنہ تجاویز

1. اسبابِ نزول اور ناسخ و منسوخ، سیاق و سباق نظمِ قرآن، غرائب القرآن کا خاصا علم ایک قاری کی دسترس میں ہونا چاہئے۔ یا کم از کم اسے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ مذکورہ علوم پر دسترس حاصل کئے بغیر ہم قرآنِ کریم کا کافی فہم حاصل کرنے سے قاصر رہیں گے۔
2. طلبہ کو قدیم عربی زبان، اسالیب اور محاورات سے آشنا کرنے کے لیے عملی زبان آموزی کا انتظام کیا جائے۔
3. محکمات و متشابہات کی پہچان کے لیے اصولِ تفسیر کو عام فہم انداز میں سکھایا جائے۔
4. حدیث مبارکہ آثارِ صحابہ اور اخبارِ آحاد پر اعتماد بحال کرنے کے لیے علمِ حدیث کی بنیادی تربیت عام کی جائے۔
5. سیرت طیبہ ﷺ کو قرآن فہمی کا لازمی ذریعہ مانتے ہوئے سیرتِ مبارکہ پر مبنی دروس دیے جائیں۔
6. تمدنِ عرب کی بنیادی جھلک، سیرت رسول ﷺ، تاریخ اور عربی ادب کے مطالعہ سے پیش کی جائے۔
7. کتبِ سماویہ کے تحریف شدہ متون کے ساتھ تقابلی مطالعہ کر کے قرآن کی حقانیت واضح کی جائے۔
8. تفسیر بالرائے (مذموم) سے بچنے کے لیے سَلَف صالحین کی تفسیری روایات کو بنیاد بنایا جائے۔

9. مصنوعی ذہانت کو معاون ٹول کی حد تک محدود رکھا جائے، قرآن فہمی کا اصل ذریعہ مطالعہ تفاسیر و دروسِ مفسرین ہی ہونے چاہئیں۔
10. فکری واجتہادی جمود کے توڑ کے لیے نوجوانوں کو جدید مباحث پر مبنی سوالات، مباحثہ اور تحقیق کی اجازت دی جائے۔
11. روحانیتِ قرآن کو اجاگر کرنے کے لیے تلاوت، تدبر اور ذکر پر مشتمل محافل منعقد کی جائیں۔
12. نوجوانوں میں الحاد کے رجحان کے مقابل قرآن کے عقلی اور سائنسی پہلوؤں کو مؤثر انداز میں پیش کیا جائے۔
13. ڈیجیٹل دور کے تقاضے پورے کرنے کے لیے سوشل میڈیا، ایپلیکیشنز اور ویب سائٹس پر قرآنی مواد مہیا کیا جائے لیکن ان تمام کوششوں میں صحیح اور محققانہ مواد شائع کیا جانا چاہیئے، فرقہ واریت وخود ساختہ اعتقادی نظریات و دین مخالف نظریات سے مکمل گریز کیا جانا چاہیئے نیز یہ کہ ایسا مواد شائع کرنے والوں کے خلاف حکومتی سرپرستی میں سزاؤں کا تعین کیا جانا چاہیئے۔۔

نتائج بحث:

- ✓ قرآن کریم کی تفہیم کے لیے سب سے پہلا اور بنیادی تقاضا یہ ہے کہ قاری کو قرآن کے اصل متن، زبان اور اسلوب پر عبور حاصل ہو۔ عربی زبان کے لسانی رموز، الفاظ کے حقیقی و مجازی معانی، اعراب اور ترکیب، اور قرآنی فصاحت و بلاغت کو سمجھے بغیر قرآن کی گہرائیوں تک رسائی ممکن نہیں۔ ایک عام قاری جب قرآن کا ترجمہ پڑھتا ہے تو بسا اوقات وہ الفاظ کے سطحی معنی پر رک جاتا ہے، جس سے مفہوم میں بگاڑ آتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ قاری عربی زبان کے بنیادی قواعد اور قرآن کے اسلوب بیان سے آگاہ ہو تاکہ وہ آیات کی معنوی جہات کو صحیح طور پر سمجھ سکے۔
- ✓ قرآن کی آیات کو ان کے صحیح سیاق وسباق میں سمجھنا ضروری عمل ہے۔ اس کے لیے اسباب نزول، شانِ نزول اور نزولی ترتیب کا علم ناگزیر ہے۔ اگر کسی آیت کو اس کے نزولی پس منظر کے بغیر سمجھنے کی کوشش کی جائے تو مفہوم میں اشتباہ پیدا ہو سکتا ہے۔ کئی آیات مخصوص واقعات، سوالات کے بارے میں نازل ہوئیں ہیں جن کو نظرانداز کر کے تفسیر کرنا قرآن کی معنوی تحریف کے مترادف ہو سکتا ہے۔ اس لیے ہر سنجیدہ قاری اور مفسر کو چاہیے کہ وہ آیات کو سیاق وسباق کے دائرے میں رکھ کر سمجھے۔
- ✓ قرآن کریم کی تفسیر میں ناسخ و منسوخ کا علم نہایت اہم ہے۔ قرآن کی بعض آیات وقتی احکام پر مشتمل تھیں جو بعد میں دیگر آیات کے ذریعے منسوخ ہو گئیں۔ اگر ایک قاری منسوخ آیت کو نافذ العمل سمجھ کر اس پر عمل کرے تو یہ شرعی خرابی اور فقہی الجھن پیدا کر سکتا ہے۔ اس لیے قرآن فہمی کے لیے یہ ضروری ہے کہ ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ، عام و خاص، مطلق و مقید جیسے اصولی مباحث کو سیکھا جائے تاکہ تفسیر کا عمل درست اصولوں پر مبنی ہو۔
- ✓ عصرِ حاضر میں قرآن کی تفہیم کے لیے قرآنِ کریم میں مذکور داخلی علوم کی تیاری کے ساتھ ساتھ خارجی فکری چیلنجز کا ادراک بھی ضروری ہے۔ الحاد، سیکولرزم، اور مغربی فلسفہ کے اثرات نے نوجوان نسل کے اذہان میں شکوک پیدا کیے ہیں۔ ان چیلنجز کا جواب صرف سطحی بیان بازی سے نہیں دیا جاسکتا بلکہ قرآنی تعلیمات کو عصر حاضر کے علمی معیار کے مطابق عقلی، سائنسی اور فکری دلائل کے ساتھ پیش کرنا ہوگا تاکہ نوجوان نسل قرآن کے الہامی پیغام سے مطمئن ہو کر اس سے وابستگی اختیار کرے۔
- ✓ جدید سائنسی نظریات کے ساتھ قرآن کو جوڑنے کا عمل اگرچہ بعض اوقات قرآن کی عظمت کو نمایاں کرتا ہے، لیکن اس میں افراط و تفریط سے اجتناب ضروری ہے۔ بعض مفسرین قرآن کی ہر آیت کو سائنسی مفہوم پہ منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو قرآن کے روحانی اور ہدایتی پیغام سے ہٹ کر صرف تاویلات تک محدود ہو جاتی ہے۔ قرآن کا مقصد انسان کو اپنے رب سے جوڑنا اور اس

کی زندگی کو نیکی، عدل اور تقویٰ کے اصولوں پر استوار کرنا ہے، نہ کہ سائنسی تھیوریز کو ثابت کرنا۔ اس لیے تفسیر قرآن میں سائنسی تطبیق کا عمل محتاط انداز میں اور اصولی طریقے سے ہونا چاہیے۔

- ✓ قرآن کے تراجم اور تفاسیر میں زبان، ثقافت، اور نظریاتی رجحانات کا فرق ایک اہم چیلنج بن چکا ہے۔ ہر زبان میں الفاظ کی معنوی وسعت اور تہذیبی سیاق و سباق مختلف ہوتا ہے، اس لیے قرآن کے اصل مفہوم کو دوسری زبان میں منتقل کرنا ایک مشکل امر ہے۔ اس کے علاوہ، بعض مترجمین اپنے مسلکی یا فکری پس منظر کی جھلک ترجمے میں شامل کر دیتے ہیں جو قاری کو اصل پیغام سے ہٹا سکتی ہے۔ اس لیے قرآن کے ترجمے اور تفاسیر میں غیر جانب داری، فکری اعتدال، اور زبان و معانی کی گہرائی ضروری ہے۔
- ✓ سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز نے جہاں قرآن تک رسائی کو آسان بنایا ہے، وہیں غیر مستند مواد کے پھیلاؤ سے قرآن کی تفہیم میں ابہام پیدا ہونے لگا ہے۔ انٹرنیٹ پر متعدد تفاسیر، ویڈیوز، اور بلاگز موجود ہیں جن میں بعض غیر علمی یا گمراہ کن تعبیرات بھی شامل ہوتی ہیں۔ ایک عام صارف ان ذرائع کو مستند سمجھ کر ان سے متاثر ہو سکتا ہے۔ اس لیے یہ وقت کی ضرورت ہے کہ مستند علماء، تحقیقی ادارے اور اسلامی جامعات مل کر معیاری اور قابل اعتماد ڈیجیٹل مواد تیار کریں تاکہ قرآن کی صحیح تفہیم کو عام کیا جا سکے۔
- ✓ مصنوعی ذہانت (AI) کے ذریعے قرآن کے تراجم و تفاسیر تیار کرنا ایک سہولت ہے، لیکن اس میں غلط نتائج برآمد ہونے کا خطرہ موجود ہے۔ مشین لرننگ یا الگورتھمز قرآنی سیاق و سباق، اسبابِ نزول، تاریخی پس منظر، اور تفسیری اصولوں کو مکمل طور پر سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے بعض اوقات ایسے تراجم یا مفاہیم سامنے آتے ہیں جو قرآن کی اصل تعلیمات سے متصادم ہوتے ہیں۔ اس لیے AI کا استعمال تبھی مفید ہو سکتا ہے جب اس کی نگرانی اسلامی علوم کے ماہرین کریں اور ہر پیدا شدہ مواد کو اچھی طرح جانچنے کے بعد شائع کیا جائے۔
- ✓ فرقہ واریت اور نظریاتی تعصبات قرآن کی تفہیم میں سب سے خطرناک رکاوٹیں ہیں۔ مختلف مکاتبِ فکر اپنے مخصوص عقائد کو قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش میں آیات کی ایسی تاویل کرتے ہیں جو قرآن کے عمومی مزاج اور ہدایتی مقصد سے متصادم ہوتی ہے۔ یہ رویہ نہ صرف علمی دیانت کے خلاف ہے بلکہ امت مسلمہ کے اتحاد کو بھی پارہ پارہ کر دیتا ہے۔ قرآن کو خالص نیت، اخلاص، اور تعصب سے پاک ہو کر سمجھنے کی ضرورت ہے تاکہ اس کا ہدایتی پیغام ہر مسلمان اور انسان تک یکساں پہنچ سکے۔
- ✓ ان تمام چیلنجز کے مقابلے کے لیے ایک متوازن اور ہمہ گیر حکمت عملی اپنانا وقت کا تقاضا ہے۔ علوم القرآن کی تعلیم کو فروغ دینا، جدید ذہنوں کو قرآنی دلائل سے مطمئن کرنا، سائنسی نظریات کے ساتھ اعتدال پر مبنی تطبیق، مستند تراجم کی تیاری، فرقہ واریت سے بالاتر ہو کر قرآن فہمی کی کوشش، اور AI وڈیجیٹل میڈیا کا اصولی استعمال وہ اقدامات ہیں جن کے ذریعے قرآن کی صحیح تفہیم کو عام کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے علماء، اساتذہ، محققین، اور دینی اداروں کو مل کر کام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ قرآن کا نور ہر گھر، ہر دل، اور ہر ذہن تک پہنچ سکے۔